از مولانا محمد عبدالمعبود صاحب ۔ رحمان پورہ ۔ راولپنڈی

خلافت صدیقیؓ میں عسکری نظام

یوں تو عرب کے باشندے پیدائشی طور پر جنگ جو اور تلوار کے دھنی تھے ۔ لیکن ان کے ہاں باقاعدہ فوجی نظام یا کوئی منظم عسکری قوت نہیں تھی ۔ وہ "گوریلا جنگ" کے عادی تھے ۔ جیسے آج کل کی اصطلاح میں "گوریلا وار" کہا جاتا ہے ۔ اس کے برعکس عجمی ممالک میں صف بستہ ہو کر لڑنے کا طریقہ رائج تھا جسے عربی میں "زحف" کہا جاتا ہے ۔ سپہ سالار اعظم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب موقع و محل دونوں طریقے اختیار فرمائے ہیں ۔ آپؐ نے زندگی کے دوسرے شعبوں کی طرح عسکری تنظیم پر بھی خصوصی توجہ دی ۔ اسی حسن تنظیم ہی کی کرشمہ سازی سے خلیفۃ المسلمین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں دنیا کی سپر طاقتوں ایران اور روم کی فوجوں کو مسلمانوں نے اپنی قلت تعداد اور بے سروسامانی کے باوجود شکست فاش سے دوچار کیا ۔

لشکر کی تقسیم عربی میں لشکر کو "خمیس" کہا جاتا ہے جو لفظ "خمس" سے مشتق ہے ۔ لشکر حسب ذیل پانچ حصوں میں تقسیم ہونے کی وجہ سے اسے خمیس کہا جاتا ہے ۔ ایک دستہ فوج جس میں امیر لشکر ہوتا ہے اسے "قلب" کہا جاتا تھا ۔ امیر لشکر کے دائیں جانب والے حصہ کو "میمنہ" اور بائیں جانب والے کو "میسرہ" کہتے تھے ۔ لشکر کا پچھلا حصہ "ساقہ" اور اگلا حصہ "مقدمۃ الجیش" یا "طلیعہ" کہلاتا تھا ۔

لشکر کی ترتیب دو قسم کی ہوتی تھی ۔ پہلی ترتیب قریب ، جس میں لشکر کے سب حصے پاس پاس ہوتے تھے اس قسم کو "تعبیہ" کہتے اور دوسری ترتیب بعید ، جس میں لشکر کے مختلف حصے ایک دوسرے سے فاصلہ پر ہوتے تھے اس اعتبار سے لشکر کے ہر ایک حصہ کو "کردوس" کہا جاتا تھا ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں "تعبیہ" کا عام رواج تھا ۔ لیکن سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شام پہنچنے پر جب دیکھا کہ دشمن کی تعداد دو لاکھ چالیس ہزار کے قریب ہے جب کہ اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کی تعداد صرف چھتیس ہزار تھی تو انہوں نے کمال دانشمندی اور حسن تدبر سے "تعبیہ" کی بجائے "کرادیس" کے اصول کے مطابق اپنی فوج کو ۳۶ سے ۴۰ دستوں میں بانٹ دیا ۔ اور دشمن کو مرعوب کرنے کے لئے یہ تدبیر بے حد مفید ثابت ہوئی ۔ آپ نے ہر ایک دستہ کو تقریباً ایک ایک ہزار

مجاہدین کا بنایا۔ اور سب کا الگ الگ امیر مقرر کر دیا۔ "قلب" کے دستوں پہ ابو عبیدہ بن جراح کو امیر بنایا۔ میمنہ کے دستوں کے لئے امیر عمرو بن العاص اور شرجیل بن حسنہ تھے اور میسرہ کے امیر یزید بن ابی سفیان تعینات کئے۔

اگرچہ رومیوں کی تعداد انتہائی زیادہ تھی جس سے مجاہدین کو مرعوب کیا جا سکتا تھا۔ اور دشمن کی جانب سے اس کثرت اور قلت کا چرچا بھی زوروں پر تھا۔ لیکن سیدنا خالد بن ولید نے اس موقع پر ایک ایسا جاندار خطبہ ارشاد فرمایا جس کے نتیجہ میں حق و باطل کا امتیاز روز روشن کی طرح واضح ہو گیا۔ آپ نے فرمایا۔

"افراد کے مقابلہ میں ایمان و یقین کی طاقت انتہائی زبردست ہے۔ اور افراد کی قلت یا کثرت کامیابی یا ناکامی کا موجب نہیں ہوا کرتی۔ بلکہ فتح و کامرانی من جانب اللہ ہوتی ہے"

چنانچہ دنیا نے دیکھ لیا کہ مجاہدین کی مٹھی بھر جماعت نے کفار کے لشکر جرار کو تہس نہس کر کے اسلام کی حقانیت کا لوہا منوا دیا۔

محاذ جنگ پر وعظ | سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں اس بات کا بھی اہتمام کیا گیا تھا کہ مجاہدین کے دلوں کو جذبہ جہاد سے گرمانے اور ان میں جوش و خروش پیدا کرنے کے لئے ولولہ انگیز خطیب لشکر کے ساتھ بھیجے جاتے۔ جو قرآنی آیات اور احادیث نبوی کی تلاوت اور پرجوش تقاریر کر کے مجاہدین کو جوش دلاتے تھے، جیسا کہ غزوہ بدر کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول بن گیا تھا کہ دشمن کے مقابلہ میں صف آرا ہونے کے بعد آپ سورہ انفال کی آیات تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ پھر آپ کے بعد بھی یہ دستور جاری رہا۔ چنانچہ شام کی مذکورہ بالا جنگ کے موقع پر یہ خدمت حضرت ابو سفیان بن حرب کے سپرد تھی۔

جنگی اوزار | اسلامی لشکر شہسواروں اور پا پیادہ دونوں قسم کے مجاہدین پر مشتمل ہوتا تھا۔ اس زمانہ میں عموماً حسب ذیل ہتھیار استعمال ہوتے تھے۔

زرہ۔ تلوار۔ رمح یعنی بڑا نیزہ۔ حربہ چھوٹا نیزہ۔ تیر۔ منجنیق۔ دبابہ اور الضبور۔

نیزے ایک ساحلی علاقے "الخط البحرین" میں بڑے عمدہ بنتے تھے جنہیں "الرمح الخطی" کہا جاتا تھا۔ اور ہند کی تلواریں بھی مشہور تھیں جنہیں "السیف الہندی" کہتے تھے۔ منجنیق کا استعمال توپ یا کمان کی مانند ہوتا تھا جس کے ذریعہ دشمن پر پتھر پھینکے جاتے تھے۔ جو گولہ باری کا کام کرتے تھے۔ "دبابہ" یہ ٹینک نما ایک بہت بڑا خول ہوتا تھا جس میں بہت سے فوجی بیٹھ کر اسے دھکیلتے ہوئے دشمن کے قلعہ تک پہنچ جاتے اور پھر قلعہ پر حملہ بول دیتے تھے۔ دشمن کے تیر اس پر اثر انداز نہیں ہو سکتے تھے۔ "الضبور" بھی دبابہ کے مشابہ تھا۔ یہ ایسی لکڑی سے بنایا جاتا تھا جس پہ کھال چڑھی ہوتی تھی، اس میں بھی حملہ آور سپاہی بیٹھ کر حفاظت اور امن و امان سے دشمن کے قلعہ تک پہنچ جاتے تھے۔ ان دونوں چیزوں کا استعمال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا تھا۔

فوجی یونیفارم | قدیم زمانہ میں جنگ کے وقت کوئی خاص قسم کا لباس یا ملٹری یونیفارم نہیں ہوتا تھا۔ تاریخ میں اس کی کوئی صراحت نہیں ملتی۔ تاہم حفاظت کے لئے زرہ اور خود پہننے کا عام رواج تھا۔ اور سپر رکھنے کا دستور بھی تھا۔ البتہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ پیادہ فوج کی وردی ان چیزوں پر مشتمل تھی۔ چھوٹی قبائیں جو گھٹنوں تک دراز ہوتی تھیں۔ پاجامہ اور جوتا۔ فوجی جوتا موجودہ زمانہ کے افغان باشندوں کے بوٹ سے مشابہت رکھتا تھا۔

کمانڈر انچیف کا منصب | عہد نبوت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود غزوات میں شریک رہتے تھے اس لئے فوج کی اعلیٰ قیادت، معائنہ کرنا اور ضروری ہدایات دینا یہ سب آپ خود ہی انجام دیتے تھے۔ لیکن عہد خلافت میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمانوں کے متفقہ فیصلہ کے پیش نظر جنگوں میں شرکت نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے آپ نے محاذ جنگ کے لئے کمانڈر انچیف کا ایک نیا منصب قائم فرما دیا۔ جو میدان جنگ کا سب سے بڑا افسر ہوتا اور تمام فوج کی نقل و حرکت اسی کے حکم کے تابع ہوتی تھی۔ جیسا کہ ابھی بیان ہوا ہے کہ شام کے محاذ جنگ پر خالد بن ولید کمانڈر انچیف تھے۔

فوجی بھرتی | اگرچہ عہد نبوت اور عہد صدیقی میں فوج کا کوئی مستقل اور الگ صیغہ نہیں تھا اور نہ ہی فوجی تعلیم و تربیت کا کوئی انتظام تھا۔ بلکہ قوم کا ہر فرد فوجی تھا اور عرب پیدائشی طور پر جنگ جو تھے ہی بوقت ضرورت اعلان جنگ کر دیا جاتا۔ جو لوگ رضاکارانہ طور پر اپنی خدمات پیش کرتے انہیں جنگ میں شریک کر لیا جاتا تھا۔

البتہ حضرت صدیقؓ اس انتخاب کے وقت اس بات کا خیال رکھتے کہ مشتبہ لوگ شریک فوج نہ ہوں چنانچہ شام کی مہم سر کرنے کے لئے آپ نے جب اسلامی لشکر کی ترتیب دی تو یہ اعلان کر دیا تھا کہ اس میں ایسے لوگ شرکت نہیں کر سکتے جن کے دامانِ اطاعت و فرماں برداری پر ارتداد کا داغ لگ چکا ہے۔

دفاعی بجٹ | عہد نبوت میں اسلحہ، سامانِ جنگ اور فوج کے خورد و نوش کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ کیونکہ ہر آدمی اپنا اسلحہ، سواری اور خوراک ساتھ لے کر آتا تھا۔ اور جو لوگ خود انتظام نہیں کر سکتے تھے، چندہ کے ذریعہ ان کا انتظام کر دیا جاتا تھا۔ لیکن سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب سے پہلے دفاعی بجٹ کی داغ بیل ڈالی اور مختلف ذرائع سے ہونے والی آمدن کا ایک مخصوص حصہ اسلحہ اور دوسرے سامانِ جنگ کی خریداری کے لئے وقف کر دیتے تھے۔ قرآن مجید نے مالِ غنیمت کا جو حصہ اللہ اور اس کے رسول ؐ کے لئے مقرر کیا تھا۔ اسے بھی دفاعی ضروریات پر خرچ کرتے تھے۔

مدینہ منورہ میں "نقیع" ایک مشہور جگہ تھی جس کی چراگاہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگی گھوڑوں کے لئے

مخصوص کر دیا تھا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس چراگاہ کو باقی رکھا اور صدقہ وزکوٰۃ میں فراہم ہونے والے دبلے پتلے اونٹوں کو " ربذہ " اور اس کے قرب وجوار میں بھیج دیتے تھے۔

فوجی جنرلوں کو ہدایات | اسلحہ اور سامان جنگ یہ سب فوج کے ظاہری اور مادی انتظامات ہیں۔ اصل چیز جس پر فوج کی کامیابی کا انحصار ہے۔ وہ اعلیٰ نصب العین زندگی اور بلند اخلاقی کردار اور کیریکٹر ہے جس پر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خصوصی توجہ دیتے تھے۔ فوج کو روانہ کرنے کے لئے آپ پا پیادہ مدینہ سے باہر دور تک تشریف لاتے فوجی امراء کے سخت اصرار کے باوجود انہیں سواری سے اترنے نہیں دیتے تھے اور نہ ہی خود سواری پر بیٹھتے تھے۔ اور جب فوج روانہ ہوتی تو آپ اسے مفصل احکامات و ہدایات دیتے تھے۔ جن میں جہاد کا مقصد، اس کی اہمیت و ضرورت، خلوص وللہیت، اجر خداوندی۔ ثواب اخروی اور دنیا اور اس کی زندگی کی بے ثباتی وغیرہ پر بڑے موثر انداز میں روشنی ڈالتے۔ اور ساتھ ہی ایسے جنگی احکامات جاری کرتے جن سے آپ کی مہارت فن حرب، حسن تدبیر، بیدار مغزی۔ دشمن اور اس کے ملک سے کمال واقفیت کا ثبوت ملتا تھا۔

اس ضمن میں حضرت اسامہ بن زید اور یزید بن ابی سفیان کی دی جانے والی ہدایات کا تذکرہ گذر چکا ہے۔ لیکن حضرت خالد بن ولید جو مایۂ ناز اور نامور جنرل تھے انہیں " ذوالقصہ " کی طرف مرتدین سے جنگ کے لئے روانہ کرتے وقت جو ہدایات دی تھیں وہ سنہری حروف سے لکھنے کے لائق ہیں۔ فرمایا

" تمہارے ادھر اُدھر قبیلہ " طے " ہوگا۔ اگرچہ تمہارا رخ " براخہ " ہی کی طرف ہوگا۔ لیکن تم جنگ کی ابتدا " طے " ہی سے کرنا۔ پھر " بزاخہ " سے فارغ ہو کر " بطاح " جانا۔ اسے سر کر لینے کے بعد اس وقت تک وہاں سے نہ ہٹنا جب تک میں تمہیں کمک نہ بھیج دوں "۔

ان ہدایات کے ساتھ حضرت خالد بن ولید کو تو روانہ کر دیا لیکن یہ خبر بھی مشہور تھی کہ وہ خود خیبر جا رہے ہیں وہاں سے پلٹ کر " اکناف سلمیٰ " میں خالد بن ولید کے لشکر سے آملیں گے۔ یہ خبر دشمنوں پر بجلی بن کر گری۔ اور وہ ایسے مرعوب ہوئے کہ قبیلہ طے کے سرکش لوگ بھی تابع ہونے لگے۔

اسی طرح عراق کی مہم پر حضرت خالد اور عیاض بن غنم کو روانہ کیا تو حضرت خالد بن ولید کو حکم دیا کہ وہ عراق سے زیریں علاقہ سے جائیں اور عیاض کو ہدایت دی کہ وہ بالائی علاقہ سے سفر کریں۔ اور فرمایا تم دونوں میں سے جو شخص بھی خیرہ پہلے پہنچے گا وہی خیرہ کی مہم کا امیر ہوگا۔ پھر فرمایا کہ خیرہ پہنچنے تک عرب اور ایران کے درمیان فوجی چھاؤنیوں کا تم صفایا تو کر ہی چکے ہوگے اور تمہیں اطمینان حاصل ہو چکا ہوگا کہ مسلمانوں پر پشت کی جانب سے حملہ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے تم دونوں میں سے ایک آدمی خیرہ میں قیام کرے اور دوسرا آگے بڑھ کر دشمن سے نبرد آزما ہو جائے۔

یہ تو خالص جنگی ہدایات تھیں اس کے بعد ارشاد فرمایا:۔

ہاں! اللہ سے مدد مانگنا۔ اس سے ڈرنا۔ آخرت کو دنیا پر مقدم رکھنا۔ تم ایسا کرو گے تو دنیا و آخرت دونوں تمہیں ملیں گی۔ اور دنیا کو آخرت پر ترجیح نہ دینا۔ ورنہ دونوں کا خسارہ ہوگا۔ اور جن چیزوں سے اللہ نے بچنے کا حکم دیا ہے ان سے بچتے رہنا۔ معاصی سے الگ رہنا۔ اگر کوئی معصیت ہو جائے تو فوراً توبہ کرنا۔ اور کبھی کسی گناہ پر اصرار نہ کرنا۔"

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگی امور میں واقفیت اور بیدار مغزی کا یہ عالم تھا کہ مدینہ میں بیٹھے ہوئے سینکڑوں میل دور میدانِ جنگ نگاہ میں رہتا تھا۔ اور حسب موقع و مصلحت اس کے لئے احکامات جاری کرتے رہتے تھے۔ حضرت خالد بن ولید، حضرت صدیق کی ان معاملات میں اصابت رائے سے واقف تھے اس لئے خلیفۃ المسلمین کا اگر کوئی حکم ان کی طبیعت کے خلاف ہوتا تب بھی اس کی پابندی لازماً کرتے تھے۔ چنانچہ حیرہ کی فتح کے بعد سیدنا صدیق اکبرؓ نے حکم بھیجا کہ اب پیش قدمی نہ کریں۔ اس حکم کی تعمیل میں حضرت خالد سال بھر وہیں معطل پڑے رہے مگر کیا مجال تھی کہ بارگاہ خلافت کے حکم کی خلاف ورزی کر سکیں۔ ایک اور موقع پر بھی ایسا ہی ہوا جس کی وجہ سے بعض لوگ چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ لیکن حضرت خالد نے فرمایا:-

"خلیفہ کی رائے یہی ہے اور ان کی رائے پوری قوم کی رائے کے برابر ہے"

اسی طرح شام کی طرف آپ نے بیک وقت متعدد لشکر روانہ کئے چونکہ آپ رومیوں کی جنگی چالوں کو خوب جانتے تھے۔ ان کے جنگی ٹھکانوں سے بھی واقف تھے اس لئے امرائے عساکر اسلام کو جو ہدایات جاری کیں ان میں راستوں اور شہروں تک کا تعین کر دیا اور فرمایا۔

"رومی تمہیں ایک محاذ پر جمع کر کے مڈبھیڑ کرنا چاہیں گے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ نشیبی علاقہ سے جانے والا بالائی راستہ سے جائے اور بالائی راستہ سے جانے والا نشیبی علاقہ سے جائے (یعنی راستے بدل بدل کر جاؤ) تاکہ رومی دستوں کو مجتمع ہونے کا موقع ہی نہ ملے"

اس واقعہ کو بیان کرنے والے حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو کچھ فرمایا تھا وہ حرف بحرف صحیح ثابت ہوا۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوج کو صرف ہدایات دینے پر ہی قناعت نہیں کرتے تھے بلکہ وقتاً فوقتاً خود بھی چھاؤنیوں اور فوجی مراکز کا معائنہ کرتے تھے اور جہاں کہیں کوئی خرابی نظر آتی اس کا فوراً تدارک کرتے۔ آپ کی بیدار مغزی، روشن ضمیری، احکامات و ہدایات اور غلطیوں پر بروقت تنبیہ کا یہ نتیجہ تھا کہ پوری فوج اور اس کے امراء ہر وقت چوکنے رہتے۔ ان میں ڈسپلن قائم ہوتا، بلند تر نصب العین زندگی ان کے نظر کے سامنے رہتا اور ان میں کبھی اخلاقی پسماندگی پیدا نہیں ہوتی تھی۔ اور حقیقت میں مادی آلات و اسباب سے قطع نظر یہی چیز ایک فوج کی کامیابی

کا سب سے بڑا ذریعہ ہیں۔

اسلامی لشکر کو جن مایہ ناز ہدایات کے ساتھ روانہ کیا جاتا تھا اس کی تعریف سے غیر مسلم مورخ بھی رطب اللسان ہیں۔ چنانچہ پروفیسر ہٹی لکھتا ہے۔

" مسلمان عرب فوجوں کی طاقت کا اصل راز نہ تو ان کی اسلحۂ جنگ کی برتری میں ہے اور نہ ہی ان کی اعلیٰ درجہ کی تنظیم میں۔ بلکہ درحقیقت یہ اس اعلیٰ کیریکٹر اور بلند اخلاقی کردار کا مرہون منت ہے جس کے پیدا کرنے میں بلاشبہ ان کے مذہب کا بہت بڑا حصہ ہے"

اسی طرح مشہور مستشرق دخوئی کہتا ہے:۔

" حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فوجوں کو جو ہدایات دی تھیں ان میں اعتدال اور معقولیت کی جو روح کارفرما ہے اس کے باعث بجا طور پر ان کی داد دینی پڑتی ہے — درحقیقت شام میں لوگ عربوں کی جانب بہت مائل ہو گئے تھے اور ایسا ہونا بھی چاہئے تھا کیونکہ عربوں نے مفتوحہ علاقوں میں لوگوں کے ساتھ جو حسن سلوک کیا اگر اس کا مقابلہ وہاں کے سابق بے اصول ظالم بادشاہوں کے رویہ کے ساتھ کیا جائے تو بہت بڑا فرق نظر آتا ہے۔

شام کے جو عیسائی کالسی ڈون کا فیصلہ نہیں مانتے تھے قیصر روم ان کے کان اور ناک کاٹ دینے کا حکم دیتے اور ان کے مکانات گرا دئے جاتے تھے لیکن اس کے برعکس عرب مسلمان جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی ہدایات پر عمل کرتے تھے وہ مقامی باشندوں کے دل موہ لیتے تھے جس کی وجہ سے لوگ ان کے گرویدہ ہو جاتے تھے"

یہ تھے خلافت راشدہ کے خلیفہ اول کے سنہری اصول جن کی تعریف کرنے پر غیر مسلم بھی مجبور ہیں۔

مؤتمر المصنفین کی ایک تازہ تاریخی پیشکش
قادیان سے اسرائیل تک
تالیف و اشاعت ——— مؤتمر المصنفین
"قادیانیت مذہبی سے زیادہ ایک اسلام دشمن سامراجی سیاسی تنظیم ہے۔ برطانوی سامراج اور یہودی صیہونیت نے اس سیاسی تحریک کو عالم اسلام کے خلاف کیسے کیسے استعمال کیا؟ اسرائیل کے قیام میں اس کا کردار کیا تھا؟ ایسے تمام تحقیقی گوشوں کا پہلی بار جامع مستند اور مدلل انداز میں تحقیقی جائزہ"
کتاب کے تیرہ ابواب کی ایک جھلک ہر باب کئی ذیلی عنوانات پر مشتمل ہے
۱— سیاسی تحریک مذہبی بہروپ ۵— سیاسیات در زنانی ۹— عالمی استعمار کے گماشتے
۲— یہودی مسیح موعود ۶— مرزا محمود کی لندن یاترا ۱۰— جنگ عظیم اور قادیانی تحریک کار
۳— سامراجی صیہونی آلہ کار ۷— لندن منصوبہ کی تکمیل ۱۱— تحریک پاکستان اور قادیان
۴— حکیم نور الدین کا دور ۸— نئے تبلیغی نقشے ۱۲— اقوام متحدہ اور مسئلہ فلسطین
۱۳— یہودی ریاست کے سائے میں
بلاشبہ اس موضوع پر پہلی ایسی مستند اور محققانہ کتاب
جسے
صدہا قادیانی غیر قادیانی اور یورپی آخذ کو کھنگالا گیا ہے
آج ہی طلب فرمائیں ——— تبلیغ کے لئے نسخے طلب کرنے والوں کو ۳۳ فی صد رعایت۔
قیمت ۳۰/- روپیہ، صفحات: ۲۲۴، کاغذ: عمدہ، طباعت: دیدہ زیب آفسٹ، ٹائٹل جلد
مؤتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور
——— پاکستان ———